ششماہی علمی مجلہ جدید قرآنی افکار، جنوری تا جون ۲۰۲۶، سال۲، شمارہ ۳
New Horizons in Quranic Studies, january - june 2026/ Vol.2, No. 3
آیت قتال کی روشنی میں جہاد کے حکم کا علمی تجزیہ اور اس سے متعلق شبہات کا جواب

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

A Scholarly Analysis of the Command of Jihad in Light of Ayat al-Qital and a Response to Related Doubts

Muḥammad Fikūrī [1] and **Khādim Ḥusayn Jāwīd** [2]

1. Ph.D. in Thematic Tafsir, Al-Mustafa International University.
E-mail: ehsan_ebrahimi@miu.ac.ir
2. Ph.D. in Thematic Tafsir, Al-Mustafa International University.
E-mail: nf.da1400@gmail.com

Article Info

Article type:
Research Article

Article history:
Received:
3 March 2026
Received in revised:
14 May 2026
Accepted:
5 June 2026
Available online:
24 June 2026

Keywords:
Ayat al-Qital; Ayat al-Sayf; Surah al-Tawbah; Jihad; Defensive War; Treaty-Breakers; No Compulsion in Religion; Qur'anic Exegesis

ABSTRACT

This study examines the fifth verse of Surah al-Tawbah, commonly known as Ayat al-Qital or Ayat al-Sayf, and evaluates the claim that it grants an unconditional command to kill and plunder all polytheists. It aims to clarify the true scope and conditions of the jihad command in this verse by situating it within its immediate Qur'anic context, its occasion of revelation (sha'n al-nuzul), and the broader network of Qur'anic teachings on war, peace, and religious freedom.The research adopts an exegetical and analytical method, drawing on classical and contemporary tafsir, historical reports, and jurisprudential discussions. It first explains the background of Surah al-Tawbah, defines key terms such as qital, jihad, mushrik, and al-ashhur al-hurum, and distinguishes between defensive and offensive jihad. It then analyzes the verses preceding and following Ayat al-Qital, especially those concerning the declaration of disavowal from treaty-breaking polytheists, the four-month respite, fidelity to faithful treaty partners, and the granting of asylum to those who seek protection.The findings show that the verse is not absolute. It specifically addresses aggressive polytheists who repeatedly violated treaties, persecuted Muslims, and spread corruption and hostility. The command is therefore contextual and conditional, not a blanket license for indiscriminate killing. The article also answers major doubts, including the allegation that the Prophet and his companions engaged in plunder and forced conversion. Historical evidence indicates that the Prophet's battles were defensive responses to Meccan aggression, and that the conquest of Mecca was marked by general amnesty. The Qur'an explicitly affirms "There is no compulsion in religion" (2:256) and commands Muslims to protect even a polytheist who seeks asylum.Ayat al-Qital does not abrogate the Qur'anic principles of justice, forgiveness, and peaceful coexistence; rather, it orders fighting only against treacherous aggressors who persist in persecution. The doubts raised against it are therefore baseless and arise from a decontextualized reading.

Cite this article: Ebrahimi & Abbas. (2026). A Scholarly Analysis of the Command of Jihad in Light of Ayat al-Qital and a Response to Related Doubts. *New Horizons in Quranic Studies*, 2 (3), 50-76

CC BY
© The Author(s).
Publisher: Al-Mustafa International University

آیت قتال کی روشنی میں جہاد کے حکم کا علمی تجزیہ اور اس سے متعلق شبہات کا جواب*

احسان ابراہیمی [۱] اور دانش عباس [۲]

CC BY

اشاریہ

سورۂ توبہ کی پانچویں آیت، جسے "آیت قتال" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جس کے بارے میں بعض شبہہ کرنے والوں کا خیال ہے کہ یہ آیت قرآنی بلا کسی قید و شرط تمام مشرکین کے قتل و غارت کا حکم دیتا ہے۔ زیرِ نظر مقالہ میں اسی دعوے کی حقیقت کا تجزیہ کیا گیا ہے کہ آیا واقعاً یہ آیت مطلق ہے یا اس کے کچھ قیود و شروط بھی موجود ہیں، اسی لئے یہاں تفسیری اور تحلیلی روش کے تحت آیت کے ماقبل و مابعد، شانِ نزول اور دوسری قرآنی آیات کی روشنی میں اس کے مدلول کا جائزہ لیا گیا ہے، تحقیق سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ مذکورہ آیت مطلق نہیں ہے بلکہ خاص طور پر ان مشرکین سے جہاد کا حکم دے رہی ہے جو بار بار عہد شکنی، فتنہ پردازی اور اہلِ اسلام پر مظالم ڈھانے میں مصروف تھے، لہٰذا قرآن مجید میں کسی کو بلا وجہ قتل کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دی گئی ہے۔

کلیدی الفاظ: سورۂ توبہ، آیت قتال، آیت سیف، حکم جہاد، شبہات۔

---

* موصول ہونے کی تاریخ: ۲۰۲۶/۳/۳ & آرٹیکل کی تایید کی تاریخ: ۲۰۲۶/۶/۵

۱. قرآن وحدیث ہائر ایجوکیشن سینٹر، المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی قم میں علمی گروہ کے مدیر (ehsan_ebrahimi@miu.ac.ir).

۲. پی ایچ ڈی، تفسیر موضوعی، المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی۔(nf.da1400@gmail.com).

تمہید

دین اسلام دین رأفت و رحمت ہے، اس دین کا خالق و مالک "رحمن و رحیم" ہے اور پیغمبر "رحمۃ اللعالمین" ہے، اس دین کی مقدس کتاب قرآن مجید نے جہاں اپنے پیروکاروں کو " وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا"آل عمران/۱۰۳) کہہ کر باہمی اور آپسی تعلقات کا حکم دیا ہے وہیں پر "وَتُقْسِطُوٓا۟ إِلَيْهِمْ" (ممتحنہ/۸) کا اعلان عام کر کے دیگر مذاہب و ادیان کیساتھ نیکی اور احسان کی بھی تاکید کی ہے، اگر کہیں پر "فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ"یا"أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ" (فتح/۲۹) یا "وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ "(توبہ/۷۳) جیسے کلمات کے ذریعہ کفار و مشرکین اور منافقین کیساتھ سختی سے پیش آنے کی نصیحت بھی کی ہے تو یہ استثنائی موارد ہیں، جیساکہ سورۂ توبہ کی آیت نمبر پانچ میں اگر مشرکوں کے قتل کا حکم دیا جارہاہے تو اس سے پہلے اور بعد کی متعدد آیتوں میں کچھ قیود و شروط بھی ذکر ہوئے ہیں کہ جو جنگ طلب اور صلح طلب مشرکوں کے درمیان فرق کو واضح کر کے جنگ طلب مشرکوں سے جنگ اور صلح طلب مشرکوں سے صلح کی تاکید کرتی ہیں، لہٰذا مذکورہ آیت پر روشنی ڈالنے سے پہلے سورۂ توبہ کے نزول کے پس منظر کو بیان کرنا بہت ضروری ہے تاکہ واضح ہو سکے کہ مذکورہ آیت کچھ خاص مشرکوں سے جنگ و جہاد کی بات کر رہی ہے۔

پہلی گفتار: مفہوم شناسی

ا۔ سورۂ توبہ کے نزول کا پس منظر

سورۂ توبہ میں کل ایک سو انتیس آیتیں ہیں اور اس کی ساری آیتیں مدینہ میں نازل ہوئی ہیں، مفسرین نے اس سورہ کے دس نام بیان کئے ہیں جن میں سے تین نام زیادہ مشہور ہیں: برائت، توبہ اور فاضحہ ، اس سورہ کو برائت اس لیے کہا جاتاہے کیونکہ اس کا آغاز عہد شکن مشرکوں سے اعلان برائت سے ہوتا ہے، توبہ اس لئے کہا جاتاہے کیونکہ اکثر مقام پر توبہ اور استغفار کے بارے میں بات کی گئی ہے اور فاضحہ اس لئے کہا جاتا ہے (ناصر مکارم شیرازی، ۱۳۸۶ش ، ج۷، ص ۲۷۳) کیونکہ اس کی مختلف آیتوں میں منافقوں کے مکر و فریب کی نشاندہی کی گئی ہے۔ یہ سورہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والے آخری سوروں میں شمار ہوتا ہے، جس کے نزول کا پس منظر کچھ اس طرح بیان کیا گیاہے: پیغمبر اسلام محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ تبوک کے بعد یعنی ہجرت کے نویں سال خانۂ کعبہ کے حج کرنے کا ارادہ فرمایا، مگر مشرکان مکہ خانۂ کعبہ کا طواف کرنے میں زمانۂ جاہلیت کی رسموں پر عمل کرتے تھے، مثلا جس لباس میں وہ طواف کرتے تھے اسے دوسرے طواف کے

لئے پہنتے نہیں تھے بلکہ دوسرا لباس عاریتا لیتے تھے، جب عاریہ پر بھی نہیں ملتا تھا تو برہنہ طواف کرتے تھے، نویں ہجری میں یہ ہوا کہ ایک عورت اس نازیبا حرکت کا شکار ہوتی ہے یعنی برہنگی میں خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے دوران ہوس بازوں کا شکار ہوتی ہے جس کی خبر رسول اسلام ﷺ کو ملتی ہے تو آپ بہت رنجیدہ خاطر ہوتے ہیں (علی ابن ابراہیم قمی، ۱۴۱۲ق،، ج۱، ص ۲۸۲۔) کہ خانہ کعبہ کی اس سے بڑھ کر کیا بے حرمتی ہوگی کہ جو گھر انسانیت کے اخلاقی اور توحیدی تربیت کی آماجگاہ ہونا چاہئے تھا وہ ہوس بازوں کا مرکز بنتا جارہاہے، لہٰذا دین اسلام کی طرف سے توحید الہی، منصب رسالت اور انسانی اقدار کے واضح اور روشن ہونے کے بعد بھی عمدا بعض مشرکوں کا ایسی جاہلانہ حرکتیں کرتے رہنا، اسی طرح صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے موقع پر مشرکین مکہ اور پیغمبر اسلام ﷺ کے درمیان انجام پانے والے عہد و پیمان کے باوجود بعض مشرکوں کا عہد و پیمان توڑنے کی وجہ سے اور سازشیں رچنے والے منافقین کو تنبیہ کرنے کے لئے خداوند عالم نے رسول اللہ پر سورۂ توبہ نازل فرمایا تو آپ نے اللہ کے حکم سے اپنے چچازاد بھائی حضرت علی ابن ابی طالب (علیہما السلام) کو مأمور کیا کہ اس کی آیتوں کو منیٰ (۱۰ ذی الحجہ) کے دن تلاوت فرمائیں اور اس کے علاوہ چار پیغامات مشرکوں تک پہونچائیں:

۱۔ مسلمانوں کے علاوہ کسی اور کو حق نہیں ہے کہ وہ خانۂ خدا میں داخل ہو۔

۲۔ کوئی برہنہ خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرسکتا۔

۳۔ مشرکوں کو حج میں شریک ہونے کا حق نہیں ہے۔

۴۔ ہر وہ کافر یا مشرک جو رسول اسلام ﷺ کے ساتھ باندھے گئے عہد و پیمان پر باقی ہے اس کے عہد و پیمان کا احترام کیا جائے گا لیکن جن لوگوں نے اسے توڑ دیا ہے یا جنھوں نے عہد و پیمان کیا ہی نہیں ہے تو ان کی جان، مال چار مہینے تک قابل احترام ہے لیکن چار مہینے تمام ہوتے ہی انہیں چاہئے کہ اب اپنا موقف واضح کریں، اگر شرک سے دستبردار ہوگئے تو دوسرے مسلمانوں کی طرح آزاد ہیں ورنہ پھر ان کی جان، مال کا کوئی احترام نہیں ہیں۔ (جعفر سبحانی، ۱۳۸۰، ص۱۶ سے ۱۷۔) المختصر اس سورہ کی زیادہ تر آیتیں اُس دور کی تمام اسلام دشمن طاقتوں سے مقابلہ کا حکم دے رہی ہیں کہ جو جزیرۃ العرب میں اپنے اقتدار یا قبیلائی اثر و رسوخ کے گھمنڈ میں چور ہو کر ہٹ دھرمی اور دہشت گردی کا بازار گرم کرکے دین کے انتخاب میں فطرت انسانیت کو کچلنا چاہتے تھے۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

۲۔آیت قتال کی تعریف

سورۂ توبہ کی آیت نمبر پانچ کہ جسے آیت قتال (مجلسی، ۱۴۰۳ق، ج۱۹، ص۱۱۴) یا آیت سیف (سیوطی، ۱۴۰۴ق، ج۱، ص۶۵۹) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، کیونکہ اس آیت میں عہد شکن مشرکوں سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے، بعض نے اس آیت کو نسخ کرنے والی آیتوں میں شمار کیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد وہ تمام آیتیں جن میں عفو و درگذشت کا حکم دیا گیا تھا وہ سب کی سب منسوخ کر دی گئیں تھیں، جبکہ ایسا ہر گز نہیں ہے (سیوطی، ۱۴۰۴ق، ج۱، ص۶۵۹)، بلکہ مذکورہ آیت استثنائی مورد میں جہاد کا حکم دے رہی ہے، اور قرآن مجید میں عفو و درگذشت کا حکم اپنی جگہ پر باقی ہے، لہٰذا ان دونوں قسموں کی آیتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے (سبحانی، ۱۳۸۰ش، ص۴۰ اور ۴۱) کیونکہ پیغمبر اسلام ﷺ نے جہاں اپنی حیات مبارکہ میں دشمنان اسلام کے ظلم و بربریت کے مقابلہ میں جنگیں کی ہیں وہیں پر اپنے دشمنوں کو معاف بھی فرمایا ہے۔

۳۔آیت قتال کے اہم الفاظ کا معنی

"انسلخ" (فعل) اور "سلخ" کے معنی ہیں: جانور کی کھال اتارنا۔ یہ فعل لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ استعارہ کے طور پر مہینے کے ختم ہونے اور گزر جانے کے لیے بھی "سلخ" اور "انسلاخ" کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔ (قرشی، ۱۳۷۷ش: ج۴، ص۱۸۳)

"اشھر" کے معنی ہیں: مہینے۔ "شھر" کے معنی مہینے کے ہیں۔

"حرم" کے معنی ہیں: محرم کے مہینے (یعنی وہ چار مہینے جن میں جنگ کرنا حرام ہے)۔ اس کا واحد "حرام" ہے۔ (قرشی، ۱۳۷۷ش: ج۴، ص۱۸۳)

"مشرک" وہ شخص جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے۔ اصطلاح قرآن میں یہ لفظ خاص طور پر ان عرب مشرکین کے لیے استعمال ہوا ہے جو بت پرستی کرتے تھے۔

"احصروھم": "حصر" کے معنی ہیں: تنگ کرنا اور قید کرنا۔ "احصروھم" کے معنی ہیں: تم انہیں قید کر دو۔ (قرشی، ۱۳۷۷ش: ج۴، ص۱۸۳)

"مرصد": "رصد" کے معنی ہیں: مراقبت کرنا، زیرِ نگرانی رکھنا، گھات لگانا۔ "مرصد" کے معنی ہیں: گھات (گھات لگانے کی جگہ، کمین گاہ)۔ (قرشی، ۱۳۷۷ش: ج۴، ص۱۸۳)

"فخلوا سبيلهم": "خلی" کے معنی چھوڑنے کے ہیں۔ "فخلوا سبیلہم" کے معنی ہیں: تو ان کا راستہ چھوڑ دو، یعنی انہیں آزاد چھوڑ دو۔

"قتال": ایک دوسرے کے ساتھ جنگ کرنا اور لڑنا جیسا کہ قرآن میں ہے: "حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَنْ يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ" (نساء: ۹۰) ترجمہ: "ان کے سینے تنگ ہو گئے اس بات سے کہ تم سے یا اپنی قوم سے جنگ کریں"۔ مقاتلہ: گاہی بمعنی لعنت آتا ہے جیسے "قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ" (توبہ: ۳۰) ترجمہ: "اللہ انہیں لعنت کرے، کہاں سے وہ پھرے جا رہے ہیں"۔ طبرسی نے اس معنی کے بعد فرمایا: ابن انباری نے کہا ہے کہ مقاتلہ قتل سے ہے اور جب اللہ کی طرف سے ہو تو مراد لعنت ہے۔ (قرشی، ۱۳۷۷ش: ج۵، ص۲۲۰)

۴۔ جہاد کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

صاحب قاموس کہتے ہیں: دراصل کلمہ جہاد "جَہد اور جُہد" سے لیا گیا ہے جس کے معنی ایسی جان توڑ کوشش جس میں تکلیف اور زحمت کا سامنا ہو، جہاد باب مفاعلہ کا مصدر ہے جس کے معنی بہت زیادہ کوشش کے ہیں، جہاد اسم بھی ہے جس کے معنی جنگ کے ہیں، جنگ کو جہاد اس لئے کہتے ہیں چونکہ اس میں تکلیف اٹھا کر جان توڑ کوشش کرنی ہوتی ہے۔ (قرشی، ۱۳۷۱ش، ج۲، ص۷۷)

فقہی نقطۂ نظر سے جہاد کی شرعی تعریف یہ ہے: "بذل الوسع بالنفس و المال في محاربة المشركين أو الباغين على وجه مخصوص" یعنی کچھ خاص شرائط کے ساتھ مشرکین اور بغاوت کرنے والوں کیساتھ جنگ میں اپنی پوری کوشش، توانائی اور مال کو صرف کرنا۔ (طباطبائی، ۱۴۱۸ھ۔ق، ج۱، ص۴۴)

۵۔ جہاد کی اقسام

جہاد کی تقسیم بندی مختلف اعتبار سے ہو سکتی ہے، جیسے کبھی "دشمن" کے اعتبار سے تو کبھی اس کی "اہمیت اور ضرورت" کے اعتبار سے؛ جسے دوسرے الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اگر باطنی دشمن سے جہاد ہو تو اسے "جهاد بالنفس" یعنی جہاد اکبر کہا جاتا ہے، اگر ظاہری دشمن سے جہاد ہو تو "جہادِ ثقافت" یا "جہادِ مال" یا "جہادِ جان" یعنی جہاد اصغر کہا جاتا ہے، جہاد اصغر کی تیسری قسم میں جہادِ جان کو میدانِ جنگ میں آمنے سامنے

دشمن سے مقابلہ کے ذریعہ انجام پاتا ہے جیسا کہ اس تحقیق میں ہماری گفتگو کا محور بھی یہی ہے، فقہی کتابوں میں فقہاء نے اس کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

۶۔ دفاعی جہاد

یہ جہاد اس صورت میں واقع ہوتا ہے جب دشمنانِ اسلام مسلمانوں پر حملہ کریں جس کی وجہ سے اساسِ اسلام کے ضعف اور کمزوری کا سبب بنے تو اس طرح کے حملوں کے جواب میں مسلمانوں پر واجب ہے کہ جنگی اسلحوں کا استعمال کرتے ہوئے سرکشی اور بغاوت کرنے والوں سے جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور اپنی زمین کا اور دین اسلام کا دفاع کریں، اس جہاد دفاعی کے لئے امام معصوم یا ان کے نائب خاص سے اجازت کی ضرورت نہیں ہے، در حقیقت یہ اپنی جان، مال، زمین اور دین اسلام کا دفاع کرنا کہلاتا ہے اور یہ اسلام کے تمام فقہاء کا نظریہ ہے۔ (نجفی، ۱۴۰۲ق: ج۲۱، ص۱۹)

۷۔ ابتدائی جہاد

جس وقت مسلمان ظاہری دشمنوں کے حملوں سے دفاع کے بجائے جہالت، شرک جیسے خرافات وانحرافات کی بیخ کنی اور عقیدۂ توحید کو عام کرنے، غرض کہ مردہ سماج تک دین الٰہی کا آب حیات تقسیم کرنے کے لئے شمشیر کا سہارا لیں تو اسے ابتدائی جہاد کہا جاتا ہے لیکن واضح رہے کہ حقیقت میں ابتدائی جہاد کی روح دفاعی جہاد ہی ہے، ابتدائی جہاد میں جہاد کرنے والے بشریت کی حقیقی زندگی، توحید کی حکمرانی کا دفاع کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں بعض آیات ہیں جن میں ابتدائی جہاد کو صراحت سے بیان کیا گیا ہے، مثلاً ارشاد ہوتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً توبہ: ۱۲۳

ترجمہ: "اے ایمان والو! اپنے آس پاس والے کفار سے جہاد کرو (دور کا دشمن تمہیں نزدیک کے دشمن سے غفلت میں نہ ڈال دے) انہیں چاہئے کہ وہ تم میں سختی اور طاقت کا احساس کریں۔"

ابتدائی جہاد کے شرعی ہونے کے سلسلہ میں شیعہ اور سنی فقہاء دونوں قائل ہیں، مگر اس کے ذیل میں کچھ شرائط بھی بیان کی گئی ہیں جیسا کہ ابتدائی جہاد کے واجب ہونے میں وقت اور جگہ کا خاص تعین، جہاد سے پہلے بشریت تک دین اسلام کی صحیح معنوں میں تبلیغ، امام معصوم یا امام عادل کی اجازت اور جہاد کے لئے نزدیک ترین کفار کا انتخاب۔ (نجفی، ۱۴۰۲ق: ج۲۱، ص ص ۱۰-۱۱، ۴۹، ۵۱، ۸۱)

دوسری گفتار: آیت قتال میں جہاد کا حکم

"فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ"

پس جب حرمت کے مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو تم جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں پکڑو اور گھیرو اور ہر گھات پر ان کی تاک میں بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، بیشک اللہ بڑا درگزر کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ (محسن علی نجفی کے ترجمۂ قرآن سے ماخوذ)

ظاہری طور پر مذکورہ آیت بطور مطلق مشرکوں سے جہاد کا حکم دے رہی ہے اور اس میں مشرکوں کے ظلم اور تشدد کو بیان نہیں کیا گیا ہے بلکہ ان سے جہاد کا مقصد صرف کفر اور شرک کو قرار دیا گیا ہے! جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ اگر ان سے جہاد کا مقصد فقط شرک کی بنا پر ہوتا تو مشرکوں کو امان دینا یا ان سے عہد و پیمان باندھنا جائز نہ ہوتا، سورۂ توبہ کی ابتدائی سولہ آیتیں ایک خاص مفہوم رکھتی ہیں جو آیت نمبر پانچ کی تشریح کرتی ہیں، اس کے علاوہ اگر آیت سیف مطلق ہے تو اسے قرآن مجید کی دیگر آیتوں سے محدود کریں گے کہ جس میں جہاد کے واجب ہونے کے سلسلہ میں کفر اور شرک سے مقید نہیں کیا گیا ہے، کیونکہ ہمیشہ مقید آیتیں مطلق آیتوں کی تفسیر کرتی ہیں، (شیخ حسن مکی، ۱۴۱۲ق۔ ص ۲۳۵۔) لہٰذا ذیل میں آیت سیف سے پہلے اور بعد کی آیتوں کو اور ان آیتوں کے مفہوم سے متعلق دیگر سوروں کی آیتوں کی طرف بھی اشارہ کرنا ضروری ہے:

۱۔ حکم جہاد سے پہلے عہد شکن مشرکوں سے برأت کا اعلان

سورۂ مبارکۂ توبہ کی پہلی آیت کریمہ میں ارشاد ہوتا ہے: "بَرَآءَةٌ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦٓ إِلَى ٱلَّذِينَ عَـٰهَدتُّم مِّنَ ٱلْمُشْرِكِينَ"

مسلمانو! جن مشرکین سے تم نے عہد و پیمان کیا تھا اب ان سے خدا اور رسول کی طرف سے مکمل بیزاری کا اعلان ہے۔

مذکورہ آیت کی مزید وضاحت سورۂ انفال میں اس طرح ہوتی ہے: "وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَٱنۢبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَآءٍ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلْخَآئِنِينَ" (انفال/ ۵۸) اور اگر اس بات سے ڈرتے ہو کہ وہ

لوگ (کفار و مشرکین) خیانت کریں گے (یعنی وعدہ وفا نہیں کریں گے) تو تم بھی اس وعدے کو چھوڑ دو (یعنی اس پہ عمل نہ کرو) یقیناً اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے؛ آگے کی آیت میں یہ بھی ارشاد ہوتا ہے: "وَإِن جَنَحُواْ لِلسَّلۡمِ فَٱجۡنَحۡ لَهَا وَتَوَكَّلۡ عَلَى ٱللَّهِۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡعَلِيمُ" (انفال/ ۶۱)، (اے رسول) اگر وہ صلح و آشتی کی طرف مائل ہو جائیں (یعنی ان کی طرف سے عہد کے توڑنے کی کوئی علامت نہ دکھائی دے) تو آپ بھی (صلح و مسالمت کے لئے) مائل ہو جایئے اور اللہ پر بھروسہ کیجیے، یقیناً وہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔ پھر اسی کے بعد اور تاکید سے آیت نے اعلان کیا: "وَإِن يُرِيدُوٓاْ أَن يَخۡدَعُوكَ فَإِنَّ حَسۡبَكَ ٱللَّهُۚ هُوَ ٱلَّذِيٓ أَيَّدَكَ بِنَصۡرِهِۦ وَبِٱلۡمُؤۡمِنِينَ" (انفال/ ۶۲) اور اگر وہ آپ کو دھوکہ دینا چاہیں (یعنی عہد و پیمان توڑ کر سازشیں رچیں) تو آپ کے لیے یقیناً اللہ کافی ہے، وہی تو ہے جس نے اپنی نصرت اور مومنین کے ذریعے آپ کو قوت بخشی ہے۔

پتہ چلا کہ مشرکوں کے ساتھ عہد و پیمان پہ باقی رہنا تب تک قابل احترام ہے جب تک وہ اسے نہ توڑیں، کیونکہ اگر کوئی بھی عہد و پیمان کو توڑ دے تو پھر اس سے عہد و پیمان رکھنا بے جا ہے اس لئے کہ پیمان دونوں طرف سے برقرار رہ سکتا ہے؛ سورۂ توبہ کی پہلی آیت "إِلَى ٱلَّذِينَ عَٰهَدتُّم مِّنَ ٱلۡمُشۡرِكِينَ" میں اسی بات کی طرف اشارہ ہیکہ ان مشرکوں سے دوری اختیار کرو جن سے عہد و پیمان تو کیا تھا مگر اب جبکہ انھوں نے اسے توڑ دیا ہے تو تم بھی ان سے کہہ دو کہ اب ہم بھی عہد و پیمان کا خیال نہیں رکھیں گے۔ (جوادی آملی، ۱۳۹۲ھ-ش، ج ۳۳، ص ۱۹۹ اور ۲۰۰۔)

عہد شکن مشرکوں کے بارے میں مزید تفصیل اسی سورۂ توبہ میں آگے بیان ہوئی ہے کہ جس سے مشرکوں سے جہاد اور قتال کرنے کا مقصد اور بھی واضح ہو جاتا ہے:

"كَيۡفَ يَكُونُ لِلۡمُشۡرِكِينَ عَهۡدٌ عِندَ اللّٰهِ وَعِندَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّمۡ عِندَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ فَمَا اسۡتَقَامُوا لَكُمۡ فَاسۡتَقِيمُوا لَهُمۡ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَّقِينَ كَيۡفَ وَإِن يَظۡهَرُوا عَلَيۡكُمۡ لَا يَرۡقُبُوا فِيكُمۡ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً يُرۡضُونَكُم بِأَفۡوَاهِهِمۡ وَتَأۡبَىٰ قُلُوبُهُمۡ وَأَكۡثَرُهُمۡ فَاسِقُونَ" (توبہ/ ۷ اور ۸)

اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی عہد مشرکین کے لیے کیسے ہو سکتا ہے بجز ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد الحرام کے پاس معاہدہ کیا ہے؟ پس جب تک وہ تمہارے ساتھ (اس عہد پر) قائم رہیں تو تم بھی ان کے

ساتھ قائم رہو، یقیناً اللہ اہل تقویٰ کو دوست رکھتا ہے۔ (ان سے عہد) کیسے ہو سکتا ہے جب کہ اگر وہ تم پر غلبہ حاصل کر لیں تو وہ نہ تو ہماری قرابتداری کا لحاظ کریں گے اور نہ عہد کا؟ وہ زبان سے تو تمہیں خوش کر دیتے ہیں مگر ان کے دل انکار پر تلے ہوئے ہیں اور ان میں اکثر لوگ فاسق ہیں۔

اس کے بعد پھر انہی بدعہدوں کے متعلق فرمایا:

"لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ، فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ۗ وَنُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ، وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ، أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ، قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ" نہ تو یہ کسی مومن کے حق میں قرابتداری کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ عہد کا اور یہی لوگ زیادتی کا ارتکاب کرنے والے ہیں، پس اگر یہ لوگ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور علم رکھنے والوں کے لیے ہم آیات کو واضح کر کے بیان کرتے ہیں، اور اگر عہد کرنے کے بعد یہ لوگ اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین کی عیب جوئی کرنے لگ جائیں تو کفر کے اماموں سے جنگ کرو، کیونکہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں شاید وہ باز آجائیں، کیا تم ایسے لوگوں سے نہیں لڑو گے جو اپنی قسمیں توڑ دیتے ہیں اور جنہوں نے رسول کو نکالنے کا اردہ کیا تھا؟ پہلی بار تم سے زیادتی میں پہل بھی انہوں نے کی تھی کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ اگر تم مومن ہو تو اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو، ان سے لڑو تاکہ تمہارے ہاتھوں اللہ انہیں عذاب دے اور انہیں رسوا کرے اور ان پر تمہیں فتح دے اور مومنین کے دلوں کو ٹھنڈا کرے۔

علامہ مودودیؒ مذکورہ آیات کے ذیل میں: جو لوگ بار بار بدعہدی اور دغا بازی کریں اور جن کے عہد واقرار کا کوئی اعتبار نہ رہے، اور جو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں اخلاق وانسانیت کے کسی آئین کا لحاظ نہ رکھیں، ان سے دائمی جنگ کا حکم ہے۔ (سید ابوالاعلی مودودی، ۱۹۹۶م، ص ۷۰)

۲۔ حکم جہاد سے پہلے عہد شکن مشرکوں کو چار مہینے کی مہلت

سورۂ توبہ کی دوسری آیت میں مشرکوں کو چار مہینے کی مہلت دی گئی ہے: "فَسِيحُواْ فِي ٱلْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ" چار مہینے تک تم کو مہلت ہے کہ زمین پہ گھومو پھرو!

وہ چار مہینہ کون سے ہیں؟

زیادہ تر مفسرین نے یہ کہا ہے کہ یہ چار مہینے دس ذی الحجہ سے ۱۰ ربیع الثانی تک ہیں؛ مشہور جن چار حرام مہینوں (محرم، رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ) کے بارے میں بات کی جاتی ہے وہ یہاں اس آیت میں نہیں ہیں ٹھیک اسی طرح اسی سورہ کی پانچویں آیت میں بھی یہ اصطلاحی مہینے مقصود نہیں ہیں، اس کی وجہ یہ ہیکہ اعلان برأت دس ذی الحجہ کو انجام پایا اور مشرکوں کے سیاحت (زمین پہ گھومنے پھرنے) کی آزادی چار مہینے تک دی گئی ہے اور یہ بات طے ہیکہ چار مہینے حکم کے نافذ ہونے والے دن سے پے در پے دنوں کے لحاظ سے شمار کئے جائیں گے جو کہ ۱۰ ذی الحجہ سے ۱۰ ربیع الثانی تک بنیں گے جس کی تائید روایت سے بھی ہوتی ہے:

عن احدهما عليهما السلام عن قوله: "فَسِيحُواْ فِي ٱلْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ" قال: "عشرين من ذي الحجة و المحرّم و صفر و شهر ربيع الأول و عشر من شهر ربيع الآخر" (محمد باقر مجلسی، ۱۴۰۳ھ-ق، ج۹۷، ص ۵۳)

اگر کوئی کہتا ہے کہ محرم، صفر کو چھوڑ کر بعد کے دو مہینے (ربیع الاول اور ربیع الآخر) تو حرام مہینے میں نہیں آتے ہیں تو سورۂ توبہ کی آیت نمبر پانچ (اشھر الحرم) میں چار مہینوں کو حرام کیوں کہا گیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہیکہ دو حرام (محترم) مہینوں کے بعد دو مہینے ملے ہوئے ہیں تو از باب تغلیب یہاں بعد کے دو مہینوں کو بھی حرام مہینہ میں شامل کیا گیا ہے۔ (جعفر سبحانی، ۱۳۸۰، ص ۴۲۔)

آخر چار مہینے کی مہلت کیوں دین اسلام دین رأفت و رحمت ہے، جس خالق یگانہ اور مالک فرزانہ نے اس کے اصول و قوانین معین فرمائے ہیں ہمیشہ اس کی رحمت اس کے غضب کے آگے آگے رہتی ہے، اس نے اپنے سرکش بندوں کو بھی اپنے سے جدا نہیں کرنا چاہا ہے کہ کہیں وہ جلد بازی میں میری رحمت یعنی ہدایت سے محروم نہ رہ جائیں اس لئے اس نے ان کے لئے کچھ مواقع اور مہلت فراہم کر دیئے ہیں تاکہ وہ اپنے آپ کو نفسانی خواہشات سے نکال کر بندگی پروردگار کی راہ پر گامزن کر سکیں اور اگر ایسا نہیں کیا تو وہ خود ہی اپنی ہلاکت کا گڈھا کھود لیں گے، مذکورہ آیت کریمہ میں مشرکوں کو چار مہینے کی مہلت اسی مقصد سمجھنے کے لئے ہے یعنی مشرکوں کو سوچنے

اور فکر کرنے کی مہلت دی گئی ہے چار مہینے سیر وسیاحت کرو یعنی تم آزاد ہو مکہ سے باہر جاؤ اور مکہ میں داخل ہو، آپس میں بیٹھو مشورہ کرو اپنا ارادہ مشخص کرو یا اگر اپنے کرتوتوں پہ باقی رہنا چاہتے ہو اور زمانۂ جاہلیت کی طرح دہشتگردی پہ ہی فخر و مباہات کرنا چاہتے ہو تو تمہارے پاس چار مہینے کی مہلت ہے جنگ کی تیاری کر لو! لیکن چار مہینے کے بعد یہ دستور اور حکم تمہاری کھلی ہوئی دہشتگردی اور سفّاکیت (جنگ بدر سے قبل و بعد) کی ہی وجہ سے ہے:

"فَإِذَا انسَلَخَ الأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَ خُذُوهُمْ وَ احْصُرُوهُمْ وَ اقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَد فَإِنْ تابُوا وَ أَقامُوا الصَّلاةَ وَ آتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبيلَهُمْ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحيمٌ (توبہ/۵) پس جب حرمت کے مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو تم جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں پکڑو اور گھیرو اور ہر گھات پر ان کی تاک میں بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور اور زکوۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، بیشک اللہ بڑا درگزر کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

یہ حکم (مشرکوں سے جنگ کرو) سے پہلے تو مہربان پروردگار کی طرف سے چار مہینے کی مشرکوں کو مہلت بھی دی جا رہی ہیکہ اگر وہ توبہ نہیں کرنا چاہتے ہیں تو مقابلہ کے لئے اپنی قوت و طاقت کو جمع کر سکتے ہیں، اس سے بڑھ کر دین اسلام کی رأفت و مہربانی کیا ہو گی ورنہ یہی دشمنان اسلام طاقت کے نشے میں پیغمبر اسلام ﷺ اور اہل اسلام و اہل ایمان کو کمزور پا کر اذیتیں اور تکلیفیں پہونچانے میں ذرّہ برابر بھی دریغ نہیں کرتے تھے اب جبکہ دین اسلام کفر و شرک پر غالب آچکا ہے لیکن اس کے بعد بھی عہد شکن دشمنوں کو چار مہینے کی مہلت دے رہا ہے اور خبردار کر رہا ہے: "وأعلموا أنّكم غير معجزى الله و أنّ الله مخزى الكافرين"(توبہ/2) یعنی جان لو! تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔

۳۔ حکم جہاد سے پہلے منیٰ کے دن برائت کا اعلان

جس سال سورۂ برائت کی آیتیں نازل ہوئیں تو آیت نمبر تین کے مطابق "وَأَذَٰنٌ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦٓ إِلَى ٱلنَّاسِ يَوْمَ ٱلْحَجِّ ٱلْأَكْبَرِ..." اسی سال دس ذی الحجہ عید الاضحیٰ (منیٰ) کے دن مشرکوں سے برائت کا اعلان ہوتا ہے، اس دن اس اعلان کا مقصد یہ تھا کہ موسم حج میں مسلمانوں کی شرکت مشرکوں کے ساتھ ہوتی تھی اور مشرکین بھی زمانۂ جاہلیت کے مطابق حج انجام دیتے تھے لہٰذا جس وقت مشرکوں سے برائت کا اعلان کیا گیا تو وہاں مشرکین بڑی تعداد میں پورے حجاز سے سمٹ کر آئے تھے گویا کہ ان میں عہد شکن مشرکین بھی تھے اور

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

جنھوں نے عہد شکنی نہیں کی تھی وہ بھی تھے اس لئے خاص طور پہ ابتدائی آیتیں انہیں کے متعلق تھیں تواعلان بھی انہیں کے درمیان ہونا چاہئے تھا تاکہ خانۂ خدا سے بزبان علی مرتضی ایک ایک مشرک تک یہ پیغام پہونچ جائے، (جوادی آملی، تفسیر ۱۳۹۲ھ-ش، ج ۳۳، ص ۲۳۹، جعفر سبحانی، ۱۳۸۰، ص ۳۴اور ۳۵۔) اس عقلی اور عادلانہ اعلان کے بعد مشرکوں کے پاس کوئی جواب نہیں تھا کہ وہ اپنی غلطیوں اور خرافات کا انکار کرتے کیونکہ یہ اعلان برائت مشرکوں کی جاہلانہ حرکتوں کو باطل ٹھہرارہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ عہد شکن مشرکوں کی حقیقت واضح کررہا تھا، اوراسی ضمن میں یہ بھی واضح رہے کہ جو لوگ سورہ برائت کی پانچویں آیت پہ یہ کہہ کر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ آیت فقط مار کاٹ پہ ابھارتی ہے تو سورہ توبہ نازل ہونے کے بعد مسلمانوں کو مشرکوں کو جاکر قلع قمع کردینا چاہئے تھا، کیوں منی میں ان کو پڑھ کر سنایا جارہا تھا اور پھر ان کا قتل ہی کرنا تھا تو اعلان کرنے کے بجائے مسلمانوں کے لئے اچھا موقع تھا ایک وقت میں بڑی تعداد کا جاکر خاتمہ کردیتے، لیکن نہیں! حقیقت میں یہ اعلان برائت اعلان جنگ نہیں تھا بلکہ مشرکوں کو تنبیہ اور الرٹ کرنا تھا کہ اسلام کے خلاف سازشیں رچنے اور جاہلانہ خرافات پھیلانے سے بازآجائیں۔

۴۔ حکم جہاد سے پہلے باوفامشرکوں سے وفاداری کا حکم

سورہ توبہ کی پہلی آیت کے ضمن میں اشارہ کیا گیا تھا کہ عہد شکن مشرکوں سے برائت کا اعلان کیا کیا گیا تھا پھر ان کو اپنی بے وفائی پہ چار مہینے غور و فکر کرنے کی مہلت دی گئی تھی، لیکن اگراب بھی کسی کو شبہہ رہ جائے کہ نہیں سارے مشرکوں سے برائت کا اعلان ہے اور چار مہینے تمام ہونے کے بعد سارے مشرکوں کے قتل کی بات کی گئی ہے تو ان کواس سورہ کی آیت نمبر چار ضرور پڑھنا چاہئے:

"ٱلَّذِينَ عَٰهَدتُّم مِّنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْـًٔا وَلَمْ يُظَٰهِرُوا۟ عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوٓا۟ إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَّقِينَ" البتہ جن مشرکین سے تمہارا معاہدہ تھا پھرانہوں نے تمہارے ساتھ کوئی قصور نہیں کیا اور نہ ہی تمہارے خلاف کسی کی مدد کی تو ایسے لوگوں کے ساتھ جس مدت کے لیے معاہدہ ہوا ہے اسے پورا کرو، بتحقیق اللہ اہل تقویٰ کو دوست رکھتا ہے۔

اس آیت میں دو باتوں کی طرف اشارہ ہے:

۱۔ مشرکوں کو مقرّرہ عہد نامہ کے کسی بھی عہد کو توڑنے کا حق نہیں ہے۔

۲۔ نہ ہی دشمنان اسلام کو اسلام کے خلاف اکسانے اور بھڑکانے کا حق ہے۔

اسی آیت کی مزید وضاحت اسی سورہ توبہ کی آیت نمبر آٹھ اور نو میں ہے: " كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِندَ ٱللَّهِ وَعِندَ رَسُولِهِۦٓ " "کیسے ممکن ہیکہ مشرکوں کا عہد و پیمان اللہ و رسول کے نزدیک قابل احترام ہو جائے" اس کے بعد اس زمرے سے فورا کچھ لوگوں کو الگ کیا گیا ہے: "إِلَّا ٱلَّذِينَ عَٰهَدتُّمْ عِندَ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ" ۖ "مگر وہ لوگ جن سے تم لوگوں نے مسجد حرام کے نزدیک عہد کیا تھا(ان کا عہد و پیمان قابل احترام ہے)" یہاں مسجد حرام سے نزدیک یعنی پورے مکہ کی طرف اشارہ ہے جس میں حدیبیہ نامی جگہ بھی شامل ہے، لہذا یہ آیت کریمہ چھ ہجری میں حدیبیہ میں ان مشرکوں کے ساتھ کئے گئے صلح کے عہد و پیمان کو بیان کرتی ہے کہ جس پر بعض مشرکین پائیدار اور وفادار تھے۔آگے ارشاد ہوتا ہے: "فَمَا ٱسْتَقَٰمُوا۟ لَكُمْ فَٱسْتَقِيمُوا۟ لَهُمْ ۚ" "جب تک وہ لوگ پائیدار (وفادار) ہیں توتم لوگ بھی پائیدار (وفادار) رہنا" "إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَّقِينَ" "یقینا اللہ متقین کو دوست رکھتا ہے" گویا کہ مسلمانوں سے یہ کہا جارہاکہ وفادار مشرکوں سے وفاداری کرنا یہ تمہارے تقوی کی نشانی ہے؛ البتہ بعض بے وفا مشرکوں کے صفات کوآگے کی آیت بیان کرتی ہے کہ کس قدر وہ کینہ پرست اور ہٹ دھرم قسم کے لوگ ہیں: " كَيْفَ وَإِن يَظْهَرُوا۟ عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا۟ فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً ۚ يُرْضُونَكُم بِأَفْوَٰهِهِمْ وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَٰسِقُونَ" "کیسے (ان سے وفاداری کی امید کی جائے؟) اگروہ تم پہ ذرا بھی غالب ہو جائیں تو وہ نہ تم سے رشتہ داری کا خیال کریں گے اور نہ ہی کسی عہد وپیمان کا، وہ بس تمہیں اپنی باتوں کے ذریعہ خوش کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ ان کے دل (تمہارے ساتھ وفاداری کرنے سے) منع کرتے ہیں، ان میں زیادہ ترلوگ نافرمان (یعنی بے وفا) ہیں" معلوم ہواکہ اکثریت مشرکوں کی وہ تھی کہ جنھوں نے حدیبیہ کے موقع پہ کئے گئے عہد و پیمان کو توڑا تھااور سابقہ تشدد پر ڈٹے رہنے کواپنی عادت بنالیا تھاتوان سے وفاداری کی کوئی گنجایش نہیں رہ جاتی ہے کیونکہ وہ تو نہایت ہی بے وفااور بدترین لوگ ہیں۔

ہرانسان بلا تفریق مذہب وملّت یہ تسلیم کرتاہیکہ عہد و پیمان کو پورا کرنا انسانیت کی، صداقت اور جوانمردی کی علامت ہے، دین اسلام نے بھی عہد و پیمان میں ہر شخص کے ساتھ چاہے وہ مشرک ہی کیوں نہ ہو اس سے وفاداری کی تلقین کی ہے مگراس شرط کے ساتھ کہ سامنے والا بھی وفادار رہے، قرآن مجید میں ارشاد ہورہاہے:
"ٱلَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ ٱللَّهِ مِنۢ بَعْدِ مِيثَٰقِهِۦ وَيَقْطَعُونَ مَآ أَمَرَ ٱللَّهُ بِهِۦٓ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ

فِي ٱلۡأَرۡضِۚ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡخَٰسِرُونَ" (بقرہ/۲۷) جو (فاسق) اللہ کے ساتھ مستحکم عہد باندھنے کے بعد اسے توڑ دیتے ہیں اور اللہ نے جس رشتے کو قائم رکھنے کا حکم دیا ہے اسے قطع کر دیتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

مذکورہ آیت میں عہد و پیمان سے بے وفائی کرنا قطع رحم اور زمین پر فتنہ و فساد پھیلانے کے مساوی اور ہم ردیف قرار دیا گیا ہے۔

۵۔ عہد شکن اور دہشتگرد مشرکوں سے جہاد کا حکم

مندرجہ بالا تمام وضاحتوں کے بعد یہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہیکہ سورہ توبہ کی پانچویں آیت سارے مشرکوں سے جہاد کی بات نہیں کر رہی ہے حتی کہ آج کے مشرکوں کے متعلق بھی اس میں جہاد کا ذکر نہیں ہے بلکہ کچھ مخصوص مشرکوں سے جہاد کے لئے کہا گیا ہے کہ جنھوں نے انسانی حقوق کی تمام حدوں کو پار کر دیا تھا مثلا پیغمبر اسلام ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو آئے دن ستاتے رہنا، مدینہ پہ متعدد بار چڑھائی کر کے حملہ کرنا، بالخصوص صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے موقع پر کیئے گئے عہد و پیمان کی دھجّیاں اڑانا، خانہ کعبہ کے نزدیک خرافات اور برہنہ پن جاری رکھنا ایسے بہت سے اسباب تھے کہ جس کی وجہ سے خداوند عالم نے سورہ توبہ نازل فرما کر کچھ عقلی و منطقی شرائط کی قید لگا کر ارشاد فرمایا:

"فَإِذَا انسَلَخَ الأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَ خُذُوهُمْ وَ احْصُرُوهُمْ وَ اقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَد فَإِنْ تابُوا وَ أَقامُوا الصَّلاةَ وَ آتَوُا الزَّكاةَ فَخَلُّوا سَبيلَهُمْ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحيمٌ" (توبہ/۵) پس جب حرمت کے مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو تم جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں پکڑو اور گھیرو اور ہر گھات پر ان کی تاک میں بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور اور زکوۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، بیشک اللہ بڑا در گزر کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

اسی آیت سے مربوط دو آیتیں سورۂ ممتحنہ کی ہیں جو مذکورہ آیت پہ وارد ہونے والے شبہوں کا خود جواب دیتی ہیں:

"لَّا يَنۡهَىٰكُمُ ٱللَّهُ عَنِ ٱلَّذِينَ لَمۡ يُقَٰتِلُوكُمۡ فِي ٱلدِّينِ وَلَمۡ يُخۡرِجُوكُم مِّن دِيَٰرِكُمۡ أَن تَبَرُّوهُمۡ وَتُقۡسِطُوٓاْ إِلَيۡهِمۡۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلۡمُقۡسِطِينَ" (توبہ/۵)

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

جن لوگوں نے دین کے بارے میں تم سے جنگ نہیں کی اور نہ ہی تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اللہ تمہیں ان کے ساتھ احسان کرنے اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا، اللہ یقینا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

"إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ" (ممتحنہ/۹)

اللہ تو یقیناً تمہیں ایسے لوگوں سے دوستی کرنے سے روکتا ہے جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور تمہاری جلاوطنی پر ایک دوسرے کی مدد کی ہے اور جو ان لوگوں سے دوستی کرے گا پس وہی لوگ ظالم ہیں۔

۶۔ حکم جہاد کے بعد امان کے طالب مشرکوں کو امان

نہیں معلوم کیوں سورہ توبہ کی آیت نمبر پانچ میں شبہہ اور شک پیدا کرنے والے لوگ آیت نمبر چھ پر بات ہی نہیں کرنا چاہتے ہیں کہ جس میں ارشاد ہو رہا ہے:

"وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ"

اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دیں تاکہ وہ کلام اللہ کو سن لے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچادیں، ایسا اس لیے ہے کہ یہ لوگ جانتے نہیں ہیں۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں جہاد کا مقصد بشریت کا قتل و غارت نہیں ہے، اس کے علاوہ اسی سورہ توبہ میں اس کی اور بھی دلیلیں ہیں ایک تو خود عہد شکن مشرکوں کو چار مہینے کی مہلت دینا تاکہ وہ اس دوران اپنی جاہلانہ حرکتوں کی اصلاح کر لیں، دوسرا یہ کہ جن مشرکوں نے عہد و پیمان سے وفاداری کی ہے ان کے ساتھ وفادار رہنا۔ (عبداللہ جوادی آملی، ۱۳۹۲ھ-ش، ، ج ۳۳، ص ۲۶۶۔)

تیسری گفتار: آیت قتال کے متعلق شبہات کا جواب

سورۂ توبہ کی آیت نمبر پانچ پر اعتراضات کرنے والے بس اس آیت کا ترجمہ پیش کر کے عام ذہنوں میں یہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ آیت بلا قید و شرط مشرکوں کو مارنے کاٹنے کے کی طرف دعوت دیتی ہے، لہٰذا چند شبہوں کی طرف ذیل میں اشارہ کیا جارہا ہے:

ا. پہلا شبہہ: آیت قتال میں پیغمبر اسلام ﷺ اور مسلمانوں کو مار کاٹ کا حکم

ایک شبہہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیت قتال جیسی آیتوں کی وجہ سے پیغمبر اسلام ﷺ اور ان کی پوری جماعت کا کام ہی (العیاذ باللہ) لوٹ مار کرنا اور دہشتگردی پھیلانا تھا۔ کیا پیغمبر اسلام ﷺ اور مسلمانوں کو لوٹ مار کا حکم دیا گیا تھا؟

ا-ا. جواب: آیت قتال کے نزول کا تاریخی پس منظر

جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا کہ سورۂ توبہ ہجرت کے نویں سال نازل ہوئی تھی، لہٰذا نویں ہجری سے پہلے ان تمام واقعات اور حادثات کو جاننا بہت ضروری ہے جو صدر اسلام میں رونما ہوئے تھے، کیونکہ یہ واقعات اور حادثات تمام جہاد سے متعلق آیتوں پر وارد ہونے والے شبہوں کو دور کرنے میں بہت مددگار ہیں، لہٰذا ہم یہاں تاریخی حقیقت پر مبنی صدر اسلام میں رونما ہونے والے واقعات اور حادثات کو سلسلہ وار سب سے پہلے پیش کرتے ہیں تاکہ پہلی فرصت میں اس طرح کے شبہات پیش کرنے والے افراد کے لئے واضح ہو جائے کہ پیغمبر اسلام ﷺ اور آپ کے نقش قدم پر چلنے والے مسلمانوں کا کام لوٹ مار کرنا اور دہشتگردی پھیلانا نہیں تھا، بلکہ اُس وقت کے مشرکوں کے برملا تشدد اور ظلم کا مقابلہ کرنا تھا۔

ا-۲. رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب اپنے وطن میں ظلم کا شکار

خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ مکہ میں پیدا ہوئے، پھر جب آپ کی عمر مبارک چالیس ہوئی تو اللہ کے حکم سے ستائیس رجب چالیس عام الفیل کو رسالت الٰہی کی ذمہ داری کا اعلان فرمایا۔ (جعفر مرتضی عاملی، ج۱، ص ۱۹۳۔) اللہ کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلانا شروع کیا مگر یہ دعوت بعثت کے تین سال تک خفیہ طور پر انجام پاتی رہی یعنی رسالت کا پیغام صرف ان لوگوں تک پہونچانے کا کام ہو رہا تھا جن کے قلوب حق کو قبول کرنے کی صلاحیت پہلے سے رکھتے تھے اور یہ بات ہیکہ اگر علی الاعلان یہ کام انجام پاتا تو جو لوگ جاہلیت زدہ ماحول میں جاہلانہ اور خرافاتی عقیدے پہ ڈٹے ہوئے تھے اور دنیاوی جاہ و حشم اور سرداری کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے تو وہ لوگ زبان رسالت سے جاری ہونے والے حق کی آواز کو پہلی ہی فرصت میں وہیں دبا دیتے اس لئے اللہ کے رسول کی اس تین سالہ خفیہ تبلیغ کے نتیجہ میں چالیس یکتا پرست اور موحّد افراد زیور ایمان سے آراستہ ہو کر ابھر کر سامنے آتے ہیں، اب تین سال میں چالیس دفاع کرنے والے مؤمنین آپ کے سینہ سپر تھے اس لئے اس کے بعد اللہ کی طرف سے آپ کو کھل کر تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا:

"فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ" (حجر/۹۴)

جس کام کے لئے مأمور ہیں اس کے لئے قیام کریں اور مشرکین سے کنارہ کشی اختیار کریں۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے کھل کر خالق یگانہ اور قادر مطلق پروردگار کی عبادت کرنے اور انسانوں کے ہاتھوں تراشے گئے خدا سے بیزاری اختیار کرنے اور آپسی مساوات و بھائی چارگی بنائے رکھنے کا اعلان فرمایا، اس اعلان کا اثر یہ ہوا کہ کچھ حق کے متلاشی افراد نے اس دعوت کو دل و جان سے قبول کیا مگر زیادہ تر لوگوں نے اس کا انکار کر دیا فقط انکار نہیں کیا بلکہ نبیٔ رحمت کی مخالفت میں لگ گئے، بات یہاں تک آپہنچی کہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو ستانا شروع کر دیا جیسے کہ کفار و مشرکین آپ کے غلام حضرت بلالؓ کو جلتی ہوئی ریت پہ لٹا کر سینے پہ بھاری اور وزنی پتھر رکھتے تھے اور یا ان کی گردن میں رسّی کا پھندا ڈال دیتے تھے پھر اس رسّی کا دوسرا سِرا بچوں کے ہاتھوں میں تھما دیتے تھے اس کے بعد بچّے کھینچ کر ادھر ادھر لے جاتے تھے (محمد ابن احمد ذھبی، ۱۴۰۹ق، ج۱، ص ۲۱۷-۱۱۸) گویا اس وقت جاہلی سماج اس قدر گر گیا تھا کہ بچوں کو تربیت میں غلاموں اور کمزوروں پر ظلم کرنا اور ستانا سکھایا جاتا تھا۔ یاسرؓ اور عبداللہ ابن یاسرؓ پر اس قدر ظلم کیا کہ وہ شہید ہو گئے۔ (احمد ابن یحیٰی بلا ذری، ۱۴۱۷ق، ج۱، ص ۱۷۱) یاسرؓ کی بیوی کے شکم پہ ابو جہل نے بے دردی سے نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ (ابو عمر، یوسف ابن عبداللہ ابن محمد ابن عبدالبر، ۱۴۱۲ق، ج۴، ص ۸۶۴) اسی طرح پیغمبر اسلام کو بھی روحی اور جسمانی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا، آپ کا گھر ابولہب اور عقبۃ ابن ابی معیط کے بیچ میں پڑتا تھا تو یہ دونوں جانوروں کے فضلے اور گندگیوں کو آپ کے گھر کے دروازہ پہ یا آپ کے راستے میں لا کر ڈال دیتے تھے، (محمد ابن سعد، ۱۳۷۴، ج۲، ۱۵۷۔) تین سال تک بنی ہاشم کا اقتصادی بائکاٹ کر دیا گیا تھا تو ایسے وقت میں بنی ہاشم شعب ابی طالب میں زندگی گزار رہے تھے۔ (جعفر سبحانی، ۱۳۷۳ش، ص ۱۴۷-۱۵۳) بعض مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے تھے، (ابن ہشام، ۱۳۷۵ش ج۲، ص ۳۱۹) غرض کہ بات یہاں تک آپہنچی تھی کہ نبیٔ رحمت حضرت محمد مصطفٰے (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے گھر پر کئی بار حملہ کر کے جان لینے کی کوشش کی گئی، ایک بار تو کفار و مشرکین رات کے وقت آپ کے گھر میں گھس کر قتل کرنے کے لئے آگئے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے جبرئیل نامی فرشتے کے ذریعہ آپ کو آگاہ کر دیا تھا اس لئے آپ نے اپنے بستر پہ اپنے چچازاد بھائی علی مرتضیٰ (علیہ السّلام) کو لٹا کر رات میں مکہ سے نکل کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے اس کے بعد آپ نے

مدینہ کو اپنا وطن قرار دیا۔ اس لئے اس واقعہ کو تاریخ میں ہجرت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (جعفر سبحانی، ۱۳۸۰ ص۴۰۹، ۴۱۲۔)

۱-۳. ہجرت کے بعد بھی مشرکوں کا تشدد

آخر کار پیغمبر اسلام ﷺ اور بہت سے مسلمان مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے آگئے اور مدینہ والوں نے بھی ان کا زبر دست استقبال کیا لیکن ابھی بھی مکہ کے مشرکوں کو چین نہ ملا مکہ میں باقی ماندہ مسلمانوں کو اور ستانے لگے، اِن کے مال و اسباب اور ہجرت کر کے چلے جانے والوں کے مال و اسباب اور زمینوں کو لوٹنا اور ہتھیانا شروع کر دیا، (مصطفیٰ محسنی، ۱۳۹۹ھ-ش،، ص 64۔) یہی نہیں بلکہ مدینہ کے لوگوں کو یہ دھمکی دی کہ اگر مدینہ سے پیغمبر اسلام ﷺ کو اور مسلمانوں کو باہر نہیں نکالا تو مشرکوں کے حملہ سے مدینہ والے بھی نہیں بچ سکیں گے، کہا گیا کہ مدینہ کے مردوں کو قتل کر دیا جائے گا اور ان کی عورتوں کو اپنے لئے جائز بنا لیا جائے گا۔(احمد ابن حسین بیقھی، ۱۴۰۵ق، ج۳، ص۱۷۸) یہی وہ دن تھے جب مکہ میں باقی رہ جانے والے مسلمانوں کے ماں، باپ اور آل و اولاد کے سلسلہ میں کھلی دہشتگردی انجام دی جا رہی تھی، ان سب مظالم کے باوجود مسلمانوں کے لئے ابھی تک اللہ و رسول کی طرف سے کوئی جوابی اور دفاعی جنگ کی بھی اجازت حاصل نہیں تھی لیکن جب پانی سر سے اونچا ہو گیا یعنی مشرکوں کا تشدد کم نہیں ہوا تو اللہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر دفاعی جہاد کے عنوان سے سورہ حج کی آیت نمبر انتالیس نازل ہوئی۔ (فضل بن حسن طبرسی، ۱۴۱۲ق، ج7، ص۱۳)

جب سورہ حج کی آیت نمبر انتالیسکے ذریعہ مسلمانوں کو اپنا دفاع کرنے کی اجازت مل چکی اِنھیں دنوں ابوسفیان کا تجارتی قافلہ جو کفار مکہ کے کئی بڑے تاجروں اور رؤساء پر مشتمل تھا شام سے مکہ جا رہا تھا رسول اسلام ﷺ نے اس تجارتی قافلہ کا پیچھا کرنے کو کہا اور فرمایا: اے لوگو! یہ قریش کا کاروان ہے تم جاؤ اور ان کے ساز و سامان کو اپنے اختیار میں لے لو شائد تمہارے حالات پھر بہتر ہو جائیں (جعفر سبحانی، ۱۳۷۳ش، ص۲۲۲)

بلکہ آپ خود بھی مسلمانوں کے ساتھ ذفران نامی جگہ پر آئے جو بدر سے قریب تھا، (یہ پیغمبر اسلام ﷺ اور مسلمانوں کا اس طرح کا جرأت مندانہ قدم اٹھانا اس لئے بھی ضروری تھا کیونکہ کفار و مشرکین آئے دن مکہ میں باقی ماندہ مسلمانوں کے مال و اسباب کو زبردستی چھین کر انکو بے حد تکلیفیں اور اذیتیں پہونچاتے تھے اور جو مسلمان مکہ سے مدینہ آگئے تھے ان کے گھروں اور ساز و سامان پر قبضہ کر لیا تھا، اس کے علاوہ بعض مسلمانوں کے مدینہ ہجرت کر جانے کے بعد بھی مہاجرین اور ان کا ساتھ دینے والوں کو طرح

طرح کی کھلی دھمکیاں دیتے تھے اس لئے اب وہ موقع تھا کہ مسلمان دشمنوں کو سمجھا سکیں کہ اب ہم مزید تمہارے تشدد اور ظلم کو برداشت کرنے والے نہیں ہیں، یہ اچھا موقع تھا کہ مسلمان اپنے لٹے ہوئے مال کو کفار و مشرکین کے تجارتی قافلہ سے واپس لے کر حساب برابر کر سکیں اور پھر ان کا تجارتی قافلہ جہاں سے گزرتا تھا وہ مدینہ سے قریب تھا اس جگہ اگر شریر اور دہشت گرد مشرکوں کو یہ متوجہ کر دیا گیا کہ تمہاری تجارت اور اقتصاد کی شہ رگ حیات (یعنی تجارت کے کاروان گزرنے کی جگہ) ہمارے ہاتھوں میں ہے اس لئے اگر تم صلح و مسالمت سے زندگی گزارتے ہو تو ہم راضی ہیں، (مصطفیٰ محسنی، ۱۳۹۹ھ-ش،، ص ۶۷)
غرض کہ یہاں ابو سفیان کو اس بات کی خبر ملتی ہیکہ اس کے قافلہ کی طرف مسلمان آرہے ہیں تو وہ فوراً ایک تیز طرّار اونٹ سوار ضمضم ابن عمرو غفاری نامی شخص کو مکہ روانہ کرتا ہے تاکہ وہ قریش کے جنگجوؤں کو مسلمانوں سے لڑنے کے لئے آمادہ کر سکے آخر کار ایسا ہی ہوا مکّہ کے کفار و مشرکین ایک ہزار کا لشکر لیکر تین سو تیرہ مسلمانوں پر حملہ کرنے آگئے جبکہ پیغمبر اسلام ﷺ نے مشرکوں کی طرف اپنا نمائندہ بھیجا کہ ہم جنگ کے لئے نہیں آئے ہیں، (بیقہی، ۱۴۰۵ق، ج ۳، ص ۲۵-۲۷) مدینہ سے ہی آپ کوئی بڑا محاذ کھڑا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے لیکن مشرکوں کی طرف سے ابو جہل نے طبل بجا کر جنگ کا اعلان کر دیا نتیجہ میں بدر نامی جگہ پر جنگ ہوئی مسلمانوں نے کم تعداد کے باوجود بھی کفار و مشرکین پر فتح حاصل کی۔ (جعفر سبحانی، ۱۳۷۳ش، ص ۲۲۲-۲۲۴)
اب دشمنان اسلام کا ایک ہزار کا لشکر جنگ بدر میں تین سو تیرہ مسلمانوں سے ہار کر تلملایا ہوا تھا اس لئے ایک سال بعد پھر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں سے لڑنے آپہونچا، اس بار مدینہ سے نزدیک احد نامی جگہ پر جنگ ہوئی، اس جنگ میں کئی مسلمان شہید ہوئے اور خود پیغمبر اسلام ﷺ بھی کافی زخمی ہوئے غرض کہ یہ بھی جنگ مشرکوں کی طرف سے بھڑکائی گئی تھی، جنگ بدر اور جنگ احد ختم ہونے کے بعد مشرکوں اور پیغمبر اسلام ﷺ کے درمیان مقتولین کے متعلق اخلاقی فرق یہ تھا کہ بدر کے موقع پہ پیغمبر گرامی ﷺ نے مشرکوں کی لاشوں کو کنویں میں دفن کرنے کا حکم دیا تھا (مصطفیٰ محسنی، ۱۳۹۹ھ-ش،، ص ۷۱-) جبکہ جنگ احد کے بعد مشرکوں نے مسلمانوں کی لاشوں کے ساتھ اس قدر بے حرمتی کی تھی کہ شہداء کے بدن کے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا جیسے سید الشہداء حضرت حمزہ کا کلیجہ تک ہندہ نے چبایا تھا۔

مشرکین مکہ نے (جنگ بدر میں ہار جانے کے بعد انتقام کے لئے یعنی اپنے ہار کی خفت مٹانے کے لئے) دوسری جنگ (احد) کی آگ کو بھڑکا دیا اور ظاہری طور پر انہیں جیت بھی مل گئی تھی تو کاش اسی پر اکتفا کر لیتے مگر جنگ احد کے تقریبا دو سال بعد سن پانچ ہجری قمری میں دشمنان اسلام ایک بار پھر چڑھائی کرنے کے لئے مدینہ کے قریب آگئے، اس دفعہ مشرکوں نے مدینہ کے یہودیوں کو بھی ساتھ کر لیا تھا (محمد ابن عمر واقدی، ۱۴۰۹ق، ج۱، ص۳۵۸۔) جس کی وجہ سے یہ تعداد میں دس ہزار تک پہونچ گئے تھے جبکہ ادھر مسلمانوں کی کل تعداد تین ہزار ہی تھی اسی لئے مسلمانوں نے مدینہ کے باہر خندق کھود دی تاکہ مشرکین مدینہ کے اندر نہ آسکیں، لیکن دشمنان اسلام اس خندق کو بھی فلانگ لگا کر مدینہ میں آگئے یہاں پر مسلمانوں نے بڑی بہادری سے ان کا مقابلہ کیا، حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب (علیہما السّلام) نے دشمنوں کے سب سے بڑے جنگجو اور پہلوان عمرو ابن عبدود کو جیسے ہی قتل کیا تو دشمنان اسلام جنگ ہار کر بھاگ گئے۔ (ابن ہشام ،۱۳۷۵ش ج۲، ص۱۵۲۔۱۷۳اور ابن اثیر، ج۱، ص۵۶۸۔۵۷۲)

خلاصہ کلام یہ کہ جنگ خندق بھی جنگ بدر و احد کی طرح دفاعی ہی جنگ تھی جیسا کہ مسلمانوں کا خود خندق کھودنا ہی بتاتا ہے کہ مسلمان مشرکوں کے حملوں سے بچنے کے لئے یہ کام انجام دے رہے تھے ورنہ اگر مسلمانوں کو جنگ ہی کرنا ہوتی تو خندق کھود کر آنے والے دشمن کا راستہ کیوں روکتے اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین مکہ مسلمانوں پر چڑھائی کرنے کے لئے خود ہی چل کر آتے تھے مدینہ کے مسلمان خندق کھود کر فقط اپنا دفاع کرنا چاہتے تھے۔ (مصطفیٰ محسنی، سال ۱۳۹۹ھ۔ش، ص۷۳۔)

۱۔۴. رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مشرکوں کو صلح کی پیشکش

مشرکوں کی آئے دن مسلسل وحشیانہ درندگی اور قبیلائی اکڑ اور غرور نے ان کے عقل و شعور پر پردہ ڈال دیا تھا جس کی وجہ سے وہ تمام تر قدرت، طاقت اور کثیر تعداد کے باوجود بھی پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور اہل ایمان و اسلام کے عزم و حوصلہ اور قلیل تعداد کے مقابلہ میں عرب میں اپنی ذلت و رسوائی کا سامنا کرنے لگے تھے، اب اسلام اجتماعی، سیاسی، جنگی لحاظ سے کافی مضبوط ہو چکا تھا ایسے شرائط فراہم ہو جانے کے بعد بھی پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنے جانی دشمنوں سے انتقام نہیں لیا بلکہ جنگ خندق کے تقریبا ایک سال بعد سن چھ ہجری میں چودہ سو ساتھیوں کے ساتھ مدینہ سے مکۂ مکرمہ خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے عازم سفر ہوئے، لیکن ادھر قریش کے کفار و مشرکین شہر سے باہر لشکر لیکر آگئے تاکہ مسلمانوں کے لئے راستہ بند کر دیں لیکن رسول

اسلام ﷺ حدیبیہ نامی جگہ پر پہونچ کر رک گئے اور فرمایا آج قریش صلح وآشتی کے لئے جو رائے دیں گے اسے قبول کریں گے یعنی ہم جنگ نہیں کریں گے۔(ابو محمد عبد الملک ابن ہشام، ۱۳۷۵ش ، ج ۲، ص ۳۰۸ سے ۳۰۹۔) یہاں کوئی یہ نہ سمجھے کہ پیغبر اسلام ﷺ نے مشرکوں کا لشکر دیکھا تو صلح کا ارادہ بنالیا بلکہ مدینہ سے چلتے وقت ہی مشرکوں سے کوئی جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے تھے، مدینہ سے ہی صلح کا پیغام لیکر نکلے تھے اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہیکہ آپ اور آپ کے ساتھی بغیر اسلحہ اور ہتھیار کے مدینہ سے نکلے تھے (محمد ابن عمر واقدی، ۱۴۰۹ق، ج ۲، ص ۵۷۲۔) غرض کہ کفار ومشرکین سے جب پیغمبر گرامی ﷺ اور مسلمانوں کا سامنا ہوتا ہے تو آپ نے صلح کی پیشکش کی تو کافی بحث کے بعد مشرکوں نے صلح کی پیشکش کو قبول کیا اس واقعہ کو تاریخ میں صلح حدیبیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جس میں کچھ شرائط طے پائے جیسے اس سال پیغمبر اسلام ﷺ اور آپؐ کے ساتھی مدینہ لوٹ جائیں گے مگر اگلے سال انہیں مکہ آنے کی اجازت ہوگی جس میں تین دن مکہ میں قیام کریں گے پھر مدینہ واپس چلے جائیں گے، مشرکوں اور مسلمانوں کے درمیان دس سال تک کوئی اختلاف اور اعتراض نہیں ہوگا۔

۱-۵. مشرکوں نے صلح کی شرطوں کو توڑ دیا

ابھی صلح حدیبیہ کو دو سال پورے نہیں ہوئے تھے کہ دس سال تک جس صلح وآشتی بنائے رکھنے کی شرط تھی اسے مشرکوں نے باقاعدہ توڑنا شروع کر دیا، (محمد ابن سعد، ۱۳۷۴ش، ج ۲، ۱۰۲۔) مثلا قبیلۂ بنی بکر اور قریش ملکر قبیلۂ خزاعہ (مسلمانوں کا قبیلہ) پر حملہ کر دیتے ہیں اس لئے قبیلۂ خزاعہ کا ایک شخص رسول اسلام ﷺ کے پاس فریاد کرتے ہوئے مدد مانگنے کی غرض سے آتا ہے تو آپ فیصلہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ مکہ جاکر مکہ کو مشرکوں سے آزاد کرائیں گے اس لئے آپ دس ہزار کا لشکر لیکر مکہ کے قریب آتے ہیں تو کفار ومشرکین نے جب مسلمانوں کی بڑی تعداد دیکھی تو ڈر جاتے ہیں یہاں پر رسول اسلام ﷺ کے لئے اچھا موقع تھا کہ مسلمانوں پر اور خود آپ پر پچھلے اکیسسالوں میں مشرکوں کے مظالم اور تشدد کا بدلہ لینے کے لئے مسلمانوں کو جنگ پر ابھارتے جیسا کہ رائج قانون کے مطابق حاکم ایسی صورت میں بدلہ لے سکتا تھا لیکن آپ نے یہاں جوابی کاروائی کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھاتے ہیں بلکہ جب مسلمانوں نے یہ نعرہ بلند کیا کہ آج انتقام کا دن ہے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں "**الیوم یوم المرحمة**" آج مہربانی یعنی معافی کا دن ہے (ابو محمد عبد الملک ابن ہشام، ۱۳۷۵ش ، ج ۲، ص ۳۹۷۔) اس کے بعد آپ نے یہ حکم دیا کہ صرف ان سے جنگ کرو جو

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

تمہارے اوپر تلوار کھینچے پیغمبر اسلام نے قریش کو یہ کہہ کر معاف کر دیا: ''اذهبوا أنتم الطلقاء'' جاؤ تم سب کے سب آزاد ہو۔(محمد ابن جریر طبری، 1395، ج ۳، ص۶۱۔) اس کے بعد بہت سے قریش کے سردار مسلمان ہوگئے جن کے اسلام لانے کا انتظار دوسرے عرب کے قبیلے بھی کر رہے تھے کہ اہل قریش مسلمان ہوں گے تو وہ بھی دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں گے، اس کی وجہ یہ تھی کہ قریش کا قبیلہ عرب کے بڑے قبیلوں میں شمار ہوتا تھا اور مکہ اس وقت حجاز کے مشرکوں کا مرکز کہلاتا تھا گویا کہ سارے مشرک قبیلے اسلام کے خلاف سازش رچنے کا دستور یہیں سے لیتے تھے، اسی لئے قرآن مجید نے اسلام کی کسی بھی جنگ کو کھلی ہوئی جیت کہہ کر یاد نہیں کیا ہے مگر صلح حدیبیہ کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی فتح مکہ کو فتح مبین (کھلی ہوئی جیت) کہہ کر یاد کیا ہے: "إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا" (فتح/۱) بیشک ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح عطا کی ہے۔

۲. دوسرا شبہہ: قتال چار مہینوں کے علاوہ آٹھ مہینوں میں بلا قید جائز

سورۂ توبہ کی آیت نمبر پانچ پر دوسرا شبہہ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو حرمت والے چار مہینے (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب) میں جہاد کرنے سے منع کیا گیا ہے، اگر ان سے ان مہینوں میں چھیڑ چھاڑ کی جائے تو مسلمانوں کے لئے جہاد کرنا ضروری ہے، مگر باقی آٹھ مہینوں میں کوئی قید و شرط نہیں ہے یعنی مسلمانوں کے لئے دیوی، دیوتاؤں کی پوجا کرنے والوں سے بغیر کسی پابندی کے ان مہینوں میں جنگ کرنا جائز ہے۔

۲-۱. جواب: آیت قتال کے کیساتھ آیت امن پر ایک نظر

جو لوگ کہتے ہیں کہ مذکورہ آیت میں بلا قید و شرط ماہ حرام کے علاوہ بقیہ آٹھ مہینے میں مشرکوں سے جہاد کا حکم ہے تو انہیں اسی سورۂ توبہ کی پانچویں آیت کے بعد چھٹی آیت کو ضرور دیکھنا چاہئے جس میں کہا جا رہا ہیکہ ''اگر مشرکین تمہارے پاس آئیں اور امن و امان کے طلب گار ہوں تو انہیں امن کے مقام تک پہونچا دو'' دنیا کا شائد کوئی مذہب ہو جو دشمن کے امان مانگنے کے بعد بھی اسے امان دیتا ہو لیکن دین اسلام نے اس قانون کو میدان جنگ میں بھی رکھا ہے کہ اگر دشمن میدان جنگ میں بھی تم سے امان مانگے تو اسے چھوڑ دو۔

۲-۲. تلوار کے زور سے ایمان ناقابل قبول

یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ سورہ توبہ کی آیت نمبر پانچ میں آج کے مشرکوں اور دیوی، دیوتاؤں کی پوجا کرنے والوں سے جہاد کا اعلان ہے، مذکورہ آیت کے سبب نزول سے پتہ چلتا ہیکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے مشرکوں

سے جہاد کا اعلان ہے وہاں بھی سارے مشرکوں کو ایک ڈنڈے سے ہانکا نہیں گیا ہے بلکہ کچھ سرکش، ہٹ دھرم اور عہد شکن مکہ کے مشرکوں سے جہاد کا حکم ہے، لیکن یہ واضح رہے کہ نوی ہجری میں سورۂ توبہ کے نازل ہونے کے بعد بھی پیغمبر اسلام ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے ان مشرکوں سے کوئی جنگ نہیں کی ہے بلکہ ان مشرکوں سے جو آخری جنگ ہوئی تھی وہ بھی چار سال پہلے چھٹےہجری میں مشرکوں کے مدینہ پر چڑھائی کرنے کے بعد جنگ خندق واقع ہوئی تھی جس میں اسلام کو ہی فتح حاصل ہوئی تھی اس کے ایک سال بعد صلح حدیبیہ واقع ہوئی، اگر قرآن مجید کا مقصد مشرکوں کو نیست و نابود ہی کرنا ہوتا تو سورۂ توبہ کے نازل ہونے کے بعد پیغمبر اسلام ﷺ اور آپ کے ساتھی مشرکوں کا قلع قمع کر دیتے لیکن ایسا کچھ نہین ملتا جس کا مطلب یہ ہے کہ سورۂ توبہ کی پانچویں آیت میں ان مشرکوں سے مسلمانوں کو جہاد کا حکم نہیں تھا بلکہ یہ ایک طرح سے انہیں ہوشیار کیا گیا تھا کہ اپنی پست اور جاہلانہ حرکتوں سے اب باز آجائیں۔

اسلام فوبیا پر کام کرنے والے لوگ دین اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو تلوار کے ذریعہ پہچنواتے ہیں جبکہ قرآن مجید کی نگاہ میں اگر کوئی کافر اور مشرک عقائد اور اعمال کے اعتبار سے بھٹکا ہوا ہے تو مطلب یہ نہیں کہ اس سے جہاد کیا جائے اور دین اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے اگر ایسا نہ کرے تو اس کا خاتمہ کر دیا جائے، دشمنان اسلام و قرآن، جہاد کی آیتوں کے متعلق اسی طرح کے شبہے پیدا کرتے ہیں، شنکر آچار کا شبہہ بھی یہی ہے، وہ کہتے ہیں کی اسلام کی نگاہ میں کوئی کافر بے خطا نہیں ہے جب بے خطا نہیں ہے تو اس سے جہاد کرنا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے جبکہ اس کے بر عکس قرآن مجید کا کھلا اعلان ہے:

"لَآ إِكۡرَاهَ فِي ٱلدِّينِۖ قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشۡدُ مِنَ ٱلۡغَيِّۚ..." (بقرہ/۲۵۶)

دین میں کوئی جبر و اکراہ نہیں، یقینا ہدایت اور ضلالت میں فرق نمایاں ہو چکا ہے؛

دوسری جگہ ارشاد ہو رہا ہے:

"وَقُلِ ٱلۡحَقُّ مِن رَّبِّكُمۡۖ فَمَن شَآءَ فَلۡيُؤۡمِن وَمَن شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡ" (کہف/۲۹۔)

اور کہہ دو کہ حق تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے جس کا جی چاہے ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے کافر ہو جائے؛ دین اسلام نے اپنے مخالفوں کو حکمت اور دلیل کے سایہ میں دعوت دی ہے نہ کہ زور وزبردستی اور تلوار کے زور پر، ابھی مذکورہ باالا آیت میں ارشاد ہوا کہ ''دین میں کوئی جبر و اکراہ نہیں ہے''۔ تاریخ میں ملتا ہے: مدینہ کے دو مسلمان جو تجارت کرنے والے عیسائیوں سے متاثر ہو کر عیسائی ہو گئے تھے تو ان کا باپ جس کا نام

ابوالحصن تھا وہ پیغمبر اسلام ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ سے چاہا کہ ان دونوں کو مجبور کریں کہ وہ دین اسلام کی طرف پلٹ جائیں تو اسی موقع پر یہ آیت (لا اکراہ فی الدین...) نازل ہوئی اور ان دونوں کو دین اسلام کی طرف مجبور کر کے واپس لانے کی ممانعت کی گئی۔ (فضل بن حسن طبرسی، ۱۴۱۲ق، ج۱اور ۲، ص ۳۶۳)

استاد شہید مرتضی مطہریؒ مذکورہ مطلب کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

ایمان کے لئے کسی بھی حالت میں کسی کو مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے، لہٰذا انسان دین و ایمان کو فکر و عقل کی بنیاد پر قبول کرے، دین اسلام نے جب اصول دین کے قبول کرنے میں تقلید کی سخت مخالفت کی ہے تو کسی کو مجبور بنا کر اس کے دین و ایمان کو کیسے قبول کر سکتا ہے! اس کے بعد شہید مطہریؒ جنگ و جہاد کے بارے میں کہتے ہیں:

جنگ و جہاد توحید کی راہ میں آنے والی رکاوٹوں کو دور کرنے کا نام ہے، مشرکوں سے جہاد کرنا اس لئے نہیں ہیکہ ان پر اپنے عقیدوں کو زبردستی تھوپ دیا جائے کیوں کہ ایمان و توحید کسی پر زبردستی تھوپنے کی چیز نہیں ہے بلکہ جہاد فسادات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا نام ہے۔ (مرتضی مطہریؒ، ۱۳۶۱ش، ص ۴۹)

خاتمہ

سورۂ توبہ کی پانچویں آیت جس میں مشرکین کے قتل کا حکم ہے، یہ آیت قبل و بعد کی تقریبا سولہ آیتوں کے ساتھ مکمل معنی و مفہوم کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے، جیسا کہ اس سلسلہ کی ابتدائی آیتوں میں مکہ کے ان مشرکین سے برائت کا حکم ہے کہ جنھوں نے مسلمانوں کیساتھ کئے گئے عہد و پیمان کو توڑ دیا تھا، اس کے بعد چار مہینے کی انہیں مہلت بھی دی گئی تھی تا کہ اپنی عہد شکنی کی طرف متوجہ ہو جائیں، ضمناً باوفا مشرکوں کے ساتھ وفاداری کی بھی تاکید ہے، لہٰذا مشرکین کے قتل کا حکم ان کی عہد شکنی اور مسلمانوں پر کئے گئے تشدد کی وجہ سے ہے، لیکن ان سب کے باوجود یہ عہد شکن مشرکین امان کے طالب ہوں تو انہیں امان دے دی جائے تا کہ ابھی بھی مسلمانوں پر تشدد کرنے سے باز آجائیں اور اپنی سابقہ حرکتوں کی اصلاح کر لیں۔ آخر میں متعلقہ آیت پر شنکر شرڑ کے شبہہ کا جواب دیا گیا ہے کہ جن کا کہنا ہے کہ انہیں جیسی آیتوں سے پیغمبر اسلام ﷺ اور آپؐ کے اصحاب (العیاذ باللہ) لوٹ مار کرتے تھے! جبکہ پیغمبر اسلام ﷺ اور آپؐ کے اصحاب نے مشرکوں سے جتنی جنگیں لڑی ہیں وہ سب کی سب دفاعی تھیں گویا کہ مشرکوں نے پہلے آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو ملک بدر کیا ہے پھر مختلف بار لشکر لیکر مدینہ پر حملہ آور ہوئے ہیں نتیجہ میں آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں نے ان حملوں کا دفاع کیا ہے۔ آیت سیف کے سلسلہ میں یہ بھی شبہہ کیا جاتا ہے کہ یہ آیت مسلمانوں کو یہ حکم دیتی ہے کہ جو لوگ غیر

مسلمان ہیں اگر وہ اسلام قبول نہیں کرتے ہیں تو ان سے جہاد کیا جائے جبکہ قرآن مجید کی نظر میں بزور شمشیر ایمان قابل قبول نہیں ہے جس کی واضح دلیل خود آیت سیف کے بعد والی آیت کریمہ ہے جس میں مسلمانوں کو حکم دیا گیاہے کہ اگر مشرکوں میں سے کوئی امان کا طالب ہو تو اسے امن کی جگہ تک پہونچایا جائے۔

کتابیات

قرآن مجید

۱. ابن سعد، محمد بن سعد۔ (۱۴۷۴ق). الطبقات الکبری. چاپ اول. انتشارات فرہنگ و اندیشہ.

۲. ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ۔ (۱۴۱۲ق). الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب. دار الکتاب العربی.

۳. ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام۔ (۱۳۷۵ش). سیرۃ النبی. چاپ دوم. کتابچی.

۴. ابو الفتوح رازی، حسین بن علی۔ (۱۳۷۶ش). روض الجنان و روح الجنان فی تفسیر القرآن. چاپ اول. آستان قدس رضوی.

۵. بلاذری، احمد بن یحییٰ۔ (۱۴۱۷ق). انساب الاشراف. چاپ اول. مکتب البحوث والدراسات.

۶. بیہقی، احمد بن حسین۔ (۱۴۰۵ق). دلائل النبوۃ. دار الکتب العلمیۃ.

۷. جوادی آملی، عبد اللہ۔ (۱۳۹۲ش). تفسیر تسنیم. چاپ اول. مرکز نشر اسراء.

۸. حسینی عاملی، جعفر مرتضیٰ۔ (۱۴۱۹ق). الصحیح من سیرۃ النبی. چاپ اول. سحر گاہان.

۹. ذہبی، محمد بن احمد۔ (۱۴۰۹ق). تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام. چاپ دوم. دار الکتاب العربی.

۱۰. سبحانی، جعفر۔ (۱۳۷۳ش). فرازہایی از تاریخ اسلام. چاپ سوم. نشر مشعر.

۱۱. سبحانی، جعفر۔ (۱۳۸۰ش). در سرزمین تبوک؛ تفسیر سورہ توبہ. انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی.

۱۲. سیوطی، جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر۔ (۱۴۲۱ق). الاتقان فی علوم القرآن. چاپ اول. دار الکتاب العربی.

۱۳. طباطبائی، سید علی بن سید محمد علی۔ (۱۴۱۸ق). ریاض المسائل. چاپ اول. مؤسسۃ آل البیت علیہم السلام لاحیاء التراث.

۱۴. طبرسی، فضل بن حسن۔ (۱۴۱۲ق). مجمع البیان فی تفسیر القرآن. چاپ اول. دار المعرفۃ.

۱۵. طبرسی، فضل بن حسن۔ (۱۴۱۷ق). اعلام الوری. چاپ اول. مؤسسۃ آل البیت علیہم السلام لاحیاء التراث.

۱۶. قرشی، علی اکبر۔ (۱۳۶۴ش). قاموس قرآن. چاپ چہارم. دار الکتب الاسلامیہ.

۱۷. قرشی، علی اکبر۔ (۱۳۷۸ش). احسن الحدیث. چاپ سوم. بعثت مرکز چاپ و نشر.

۱۸. قمی، علی بن ابراہیم۔ (۱۴۱۲ق). تفسیر قمی. چاپ اول. مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات.

۱۹. مجلسی، محمد باقر۔ (۱۴۰۳ق). بحار الانوار. چاپ دوم. دار إحیاء التراث العربی.

۲۰. محسنی، مصطفیٰ۔ (۱۳۹۹ش). اسلام؛ دین جنگ یا صلح. مؤسسہ بوستان کتاب.

۲۱. مطہری، مرتضیٰ۔ (۱۳۶۱ش). جہاد و مورد مشروعیت آن در قرآن. انتشارات اسلامی جامعۂ مدرسین حوزۂ علمیہ.

۲۲. مکارم شیرازی، ناصر۔ (۱۳۶۳ش). تفسیر نمونہ. چاپ اول. دار الکتب الاسلامیہ.

۲۳. مکی، حسن۔ (۱۴۱۲ق). جہاد الائمۃ (تقریرات درس شیخ محمد مہدی شمس الدین). دار الملایین، بیروت.

۲۴. مودودی، سید ابوالاعلیٰ۔ (۱۹۹۶م). الجہاد فی الاسلام. چاپ پانزدہم. ادارۂ ترجمان القرآن.

۲۵. واقدی، محمد بن عمر۔ (۱۴۰۹ق). المغازی. چاپ سوم. مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات.